پروفیسر ڈاکٹر عبدالرزاق صابر
جامعہ بلوچستان۔کوئٹہ

بلوچستان میں اقبال شناسی

(بلوچی اور براہوئی ادب کے تناظر)

رقبے کے لحاظ سے پاکستان کا سب سے بڑا اور آبادی کے اعتبار سے سب سے چھوٹا صوبہ بلوچستان جسے قدرت نے جہاں ایک طرف بے پناہ قدرتی وسائل سے مالا مال کیا ہے اور اس صوبے کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ انسانی تاریخ میں قدیم تہذیبوں کا مسکن رہا ہے۔تاریخی اعتبار سے یہ صوبہ اگر باب الاسلام ہے تو تمدنی اعتبار سے مہرگڑھ کے نو ہزار سال قدیم آثار بھی اسی صوبے میں پائے جاتے ہیں۔جغرافیائی اعتبار سے بلند و بالا پہاڑ، تپتے صحرا، چٹیل میدان اور صنوبر کے سرسبز جنگلات بھی اسی صوبے کو ملک کے دیگر حصوں سے منفرد بناتے ہیں۔

لسانی اور ادبی اعتبار سے بھی یہ صوبہ ملک کے دیگر حصوں کے مقابلے میں کم زرخیز نہیں ہے جہاں ایک طرف ہند ایرانی خاندان کی قدیم زبان بلوچی اس صوبے کی سب سے اکثریتی زبان ہے تو دوسری جانب برصغیر کی قدیم زبانوں میں سے ایک اور پاکستان کی قدیم ترین زبان براہوئی بھی اسی صوبے میں بولی جاتی ہے۔اس کے علاوہ پشتو صوبے کی شمالی اور سندھی صوبے کے شمال مشرقی حصے میں بولی جاتی ہے۔ان زبانوں میں تخلیق ہونے والا ادب ملکی ادبی ورثہ کا اہم عنصر ہے۔ جہاں ان زبانوں کے ادبی شہ پارے ملک کا ادبی اثاثہ ہیں وہاں ان زبانوں کے ادب میں بھی ملک کی دیگر زبانوں کے ادب کی طرح اقبالیات یا اقبال شناسی ایک صنف کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ پاکستان کی تمام زبانیں خواہ وہ صوبائی سطح پر بولی جاتی ہوں یا کسی مخصوص علاقے کی زبان ان سب میں علامہ اقبال کے فن اور شخصیت پر ضرور کچھ نہ کچھ

لکھا جا چکا ہے یا لکھا جا رہا ہے یا اکثر پاکستانی زبانوں میں علامہ اقبال کے فن و شخصیت پر کئی کتابیں چھپ چکی ہیں اور ان کے کلام کا بیشتر حصہ ترجمہ بھی ہو چکا ہے اور یہی وجہ ہے کہ پاکستان کی بیشتر زبانوں کی شاعری پر بھی فکر اقبال کے گہرے اثرات پائے جاتے ہیں۔

دیگر پاکستانی زبانوں کی طرح بلوچی اور براہوئی زبانیں بھی شاعر مشرق کے خیالات اور افکار سے متاثر ہیں۔ان زبانوں کے ادب میں بھی علامہ اقبال اور ان کے افکار و خیالات پر بہت کچھ چھپ چکا ہے اور ان کے کلام کے تراجم ہوتے رہے ہیں اور ہو رہے ہیں۔تاہم اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ علامہ اقبال کے کلام اور افکار کی جس قدر ان زبانوں میں ترجمے کی ضرورت تھی اس قدر نہیں ہو سکا۔

بلوچستان میں اقبال شناسی یا بلوچستان میں اقبالیات کے اثرات و آثار قیام پاکستان سے قبل بھی ملتے ہیں اور بلوچستان میں سیاسی بیداری کے علم بردار اور مرد مجاہد میر یوسف علی مگسی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ علامہ اقبال کے خیالات اور افکار سے متاثر تھے اس بارے میں نامور محقق ڈاکٹر انعام الحق کوثر اپنی تصنیف ''مطالعہ اقبال اور بلوچستان'' میں میر محمد امین کھوسہ کا ایک مضمون ''بلوچستان کے اولین انقلابی رہنما'' سے ایک اقتباس اس طرح دیتے ہیں کہ:

''اقبال کے کلام میں ایک صحیح آدمی کے صحیح جذبات کو ابھارنے کی پوری طاقت موجود ہے لیکن شرط یہ ہے کہ آدمی بھی صحیح اور جذبات بھی صحیح ہوں۔شکوہ اور جواب شکوہ اور اقبال کی دیگر نظمیں اس نوجوان سردار کی سیاسی رہنما بنیں اور آناً فاناً یہ ناز و نعم میں پلا ہوا نوابزادہ اپنی قوم میں سے جہالت اور مفلسی دور کرنے کے خیال سے بلوچستان کے استبدادی حلقے پر یلغار کرتا ہے۔''(۱)

یہی وجہ ہے کہ آگے چل کر یوسف عزیز مگسی فکر اقبال سے متاثر اپنی ایک نظم میں کہتا ہے۔

میں اگر چاہوں تو ذرے کو بیابان کر دوں
قطرہ آب میں پیدا سر طوفان کر دوں
پھر وہی بھولا سبق یاد دلاؤں سب کو
ہر بلوچی کو غرض عامل قرآن کر دوں (۲)

بلوچستان میں فکر اقبال سے متاثر ایک اور نامور شاعر بلوچی کے قادر الکلام شاعر محمد حسین عنقا ہیں۔ جنہوں نے نہ صرف علامہ اقبال سے خود ملاقات کی تھی بلکہ انہوں نے اس ملاقات کی تفصیلات اپنے ایک مضمون میں روز نامہ احسان لاہور کے اقبال نمبر مئی ۱۹۳۸ء میں شائع کی تھیں اس طرح انہوں نے اپنے مجموعہ کلام ''رحیل کوہ'' میں علامہ اقبال کی شہرہ آفاق نظم، مرغ سرا و مرغ ہوا سے متاثر ہو کر اور دوسری علامہ اقبال کی نظم حکمت فرنگ (پیام مشرق) کے جواب میں ہے۔

بلوچی زبان میں علامہ اقبال کی فن اور شخصیت پر پہلا مقالہ بلوچی کے معروف قلم کار جناب عبدالصمد امیری نے ''علامہ اقبال'' کے عنوان سے ماہنامہ اومان کراچی کے اکتوبر ۱۹۵۷ء کے شمارے میں شائع کیا جس میں علامہ اقبال کی فن و شخصیت کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ (۳)

بلوچستان میں اقبال شناسی کے حوالے سے ایک معتبر نام ڈاکٹر انعام الحق کوثر کا ہے جنہوں نے اس موضوع پر نصف درجن کتب کے علاوہ سو کے قریب مقالات اور مضامین انگریزی اُردو اور فارسی میں لکھے ہیں اس کے علاوہ ان کے کئی مضامین کے تراجم بلوچی براہوئی اور پشتو میں بھی چھپ چکے ہیں۔ اس کے علاوہ بلوچستان کی تاریخ، ادب، تعلیم اور متفرق موضوعات پر بھی قلم اٹھایا ہے اقبالیات پر ان کی کتابوں میں اقبالیات کے چند خوشے ۱۹۸۸ء، اقبال شناسی اور ادبائے بلوچستان کی تخلیقات ۱۹۹۰ء مطالعہ اقبال بلوچستان میں ۲۰۰۲ء علامہ اقبال اور بلوچستان ۱۹۹۸ء، تحریک پاکستان علامہ اقبال اور قائداعظم ۲۰۰۲ء، قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ علامہ اقبال کی فن و شخصیت اور ان کے کلام کے کئی پہلوؤں پر ان کے مضامین بلوچستان کے اخبارات و رسائل کے علاوہ پورے ملک اور بیرون ملک شائع ہو چکے ہیں نیز انہوں نے اس موضوع پر اعلیٰ تعلیمی درسگاہوں میں توسیعی لیکچر بھی دیے ہیں۔

بلوچی زبان میں علامہ اقبال کی فن و شخصیت پر جن ادباء اور قلم کاروں نے مختلف بلوچی اخبارات اور رسائل میں مضامین شائع کیے ہیں ان میں بشیر احمد بلوچ، عبدالخالق بلوچ، حاجی عبدالقیوم، غنی پرواز، عطا شاد، نصیر شاہین، اسحاق شمیم، غوث بخش صابر، عبدالرحمان غور، میر مٹھا خان مری، عاقل خان مینگل، مولوی خیر محمد ندوی اور محمد خان مری قابل ذکر ہیں۔ جن کے

مضامین، اومان کراچی، زمانہ کراچی، اولس کوئٹہ، صدائے بلوچی، نوکیں دور، نوائے وطن وغیرہ میں شائع ہوئے ہیں۔

اقبال شناسی کے حوالے سے بلوچی ادب میں میر مٹھا خان مری اور جناب غوث بخش صابر کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ یہ دونوں شخصیات بلوچی ادب میں ماہر اقبالیات بھی کہلاتی ہیں۔ علامہ اقبال کا صد سالہ جشن ولادت سال ۱۹۷۷ء کی مناسبت سے بلوچی زبان میں دو اہم کتابیں شائع ہوئیں جن میں ایک میر مٹھا خان مری کی ''درگال اقبال'' اور دوسری غوث بخش صابر کی تصنیف ''علامہ اقبال'' ہے۔ سال اقبال کی مناسبت سے میر مٹھا خان مری کی تصنیف ''درگال اقبال'' اس موضوع پر بلوچی کی سب سے ضخیم کتاب ہے جو ۴۸۸ صفحات پر مشتمل ہے جسے بلوچی اکادمی کوئٹہ نے اسلامیہ پریس سے ۱۹۷۷ء میں شائع کرایا اس کتاب کے پندرہ ابواب ہیں جن میں علامہ اقبال کے حالات زندگی ان کے فلسفیانہ افکار و خیالات ان کی فارسی اور اردو شاعری کے عنوانات کو مفصل بیان کیا گیا ہے اس کتاب میں انہوں نے بلوچی زبان کے مشرقی لہجے کو اپنایا ہے اور انتہائی سلیس اور آسان زبان میں فکر اقبال پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔

جناب غوث بخش صابر جو بلوچی زبان کے معروف ادیب اور قلم کار ہیں دیگر موضوعات پر تحقیق و تخلیق کے علاوہ اقبالیات پر بلوچی زبان میں ایک مسلمہ حیثیت رکھتے ہیں انہوں نے علامہ اقبال کی نظموں کا بلوچی ترجمہ ''دوشگیں کیف'' کے نام سے شائع کروایا ہے تاہم ان کی سب سے اہم تصنیف اقبالیات کے موضوع پر ''لال ءِ لقا'' ہے جو ۲۵ صفحات پر ہے جسے علامہ اقبال اکادمی نے ۱۹۹۶ء میں شائع کروایا اس کتاب میں علامہ اقبال کے حالاتِ زندگی اور ان کے کلام کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ان کی ایک اور کتاب ''اقبال رژن ءِ شہیم'' کے عنوان سے زیر طبع ہے جس میں ساٹھ کے قریب نظموں کو سلیس بلوچی زبان میں ترجمہ کیا گیا ہے۔

غوث بخش صابر کی تصنیف ''علامہ اقبال'' جو کہ احمد ندیم قاسمی کی ایک کتاب کا ترجمہ ہے شائع ہوئی۔ تاہم ۱۹۷۷ء میں سرکاری سطح پر شائع ہونے والا رسالہ ''اولس بلوچی'' کے اکثر شماروں میں اقبالیات پر مضامین شائع ہوتے رہے ایک سروے کے مطابق اقبالیات پر بلوچی زبان میں ۱۹۵۰ء سے ۱۹۹۴ء تک اخبارات اور رسائل میں ۷۶ مضامین میں سے قریباً ۲۰ مضامین

صرف ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئے اور ان ۷۶ مضامین میں سے ۵۱ مضامین صرف سرکاری رسالہ اولس میں شائع ہوئے۔ (۴)

علامہ اقبال کی مشہور نظم ''ایک بڈھے بلوچ کی نصیحت اپنے بیٹے کو'' کو بلوچستان کے اکثر شاعر جنہوں نے اقبال کے تراجم کیے ہیں اس نظم کو ترجمہ کیا ہے بلوچی میں اس نظم کو پہلے پہل ملک محمد طوقی نے ترجمہ کیا بعدازاں اس نظم کو بلوچی کے معروف شعراء غوث بخش صابر، محمد ملک رمضان اور عطا شاد نے بھی منظوم ترجمہ کیا ہے۔ اسی طرح بلوچی کے دو معروف شعراء میر گل خان نصیر اور محمد حسین عنقا بھی علامہ اقبال کے خیالات اور افکار سے متاثر تھے۔

براہوئی زبان میں اقبال شناسی کے حوالے سے دو معتبر نام ڈاکٹر عبدالرحمان براہوئی اور پیر محمد زبیرانی کے ہیں جنہوں نے اس موضوع پر باقاعدہ کتابیں تصنیف کیں ان میں سے ایک ڈاکٹر عبدالرحمان براہوئی کی کتاب ''علامہ اقبال'' ہے جسے ۱۹۷۷ء میں براہوئی اکیڈمی کوئٹہ نے شائع کیا اور اس کتاب میں علامہ اقبال کی سوانح اور افکار مختصراً بیان کیے گئے ہیں جب کہ اسی سال کی مناسبت سے دوسری تصنیف کلام اقبال کا منظوم براہوئی ترجمہ ہے جسے کلام اقبال کے نام سے بارڈر پبلسٹی آرگنائزیشن کوئٹہ نے ۱۹۷۸ء میں شائع کیا جس کے ۸۰ صفحات ہیں۔ اس کتاب میں علامہ اقبال کی مشہور نظم مسلم، سلطان ٹیپو، مرد مسلمان، فاطمہ بنت عبداللہ، راضی بہ رضا، مثنوی پس چہ باید کرد اور ''بڈھے بلوچ کی نصیحت اپنے بیٹے کو'' شامل ہیں۔ اس نظم کے چند اشعار کا ترجمہ ذیل ہے:

تہو جوانے بیابان تا قرارا
نہ داڑانو گچین دلی بخارا
مثال اٹ دیر نا ملیسہ ہن نی
ننا دا کوچہ و مشکو قطارا
گڑا اس غیرتے نی چاس بھلو
غریبے بیرفک اور تاج دارا
ہنر دا ہیل کرین نن کا ملاڑان
کہ شیشہ کیک خل سخت او تلارا (۵)

اس کتاب میں ''مرد مومن'' کے عنوان سے علامہ اقبال کی مشہور نظم کو بھی اس طرح سے ترجمہ کیا گیا ہے:

مومن نا ارے دم پہ دم ہر وخت جتاشان
ہر ہیت ٹی کردار ٹی اللہ نا بُرھان
قہاری و غفاری و قدوسی او جبروت
دا چار گڑا مسور تو مس جوڑ مسلمان (۶)

علامہ اقبال کی اسی نظم ''مرد مومن'' کو براہوئی کے معروف قلم کار اور شاعر جناب عبدالصمد شاہین نے اس طرح سے ترجمہ کیا ہے۔

ہر لحظ ٹی مومن نا ارے مان ارے شان
گفتار ٹی کردار ٹی اللہ نا برھان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
ہر چہارا دا خوبیک مریر تو مس مسلمان (۷)

براہوئی زبان میں اقبال شناسی کے عنوان پر ایک اہم کتاب براہوئی زبان کے معروف ادیب اور شاعر جناب وحید زہیر کی ''ای او اقبال'' (میں اور اقبال) ہے جسے ۱۹۸۸ء میں قریشی پبلیکشنز نے شائع کیا ہے جس کے پہلے حصہ میں علامہ اقبال کی سوانح اور معروف اہل قلم کے خیالات شامل ہیں جب کہ دوسرے حصے میں ان کے افکار بیان کیے گئے ہیں۔

اس کے بعد براہوئی زبان کے معروف قلم کارا ور ممتاز قانون دان جناب محمد صلاح الدین مینگل نے ۱۹۹۵ء میں براہوئی اکیڈمی سے ایک کتاب اقبال وورناک (اقبال اور نوجوان) شائع کرائی جس میں علامہ اقبال کی سوانح ان کی سیاسی زندگی، شاعری، تصنیفات اور وفات تک کے حالات کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔ ۱۹۹۸ء کو براہوئی ادب میں بچوں کے ادب کا سال قرار دیا گیا اس مناسبت سے براہوئی کے معروف قلم کار اور محقق جناب افضل مینگل سے ایک کتابچہ بچوں کے لیے بنام ''چناتا اقبال'' مرتب کر کے شائع کیا جس میں علامہ اقبال کی ان نظموں کو ترجمہ کیا گیا ہے جو انہوں نے بچوں کے لیے کہی ہیں۔ ان میں بچے کی دعا، ماں کا خواب، ہمدردی، پرندے کی فریاد، پہاڑ اور گلہری وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ براہوئی زبان کے دیگر

قلم کار جنہوں نے کلام اقبال کے تراجم کیے ہیں یا ان کے افکار و خیالات پر براہوئی میں مضامین لکھے ہیں ان میں ڈاکٹر عبدالرحمان براہوئی، ڈاکٹر عبدالرزاق صابر، وحید زہیر، افضل مراد، نور محمد پروانہ، پیر محمد زبیرانی، افضل مینگل، عبدالقادر شاہوانی، غلام سرور مینگل، غلام حیدر حسرت کے نام قابل ذکر ہیں۔

سال اقبال کی مناسبت سے گزشتہ سال شعبۂ پاکستانی زبانیں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد نے پاکستان کی بارہ زبانوں میں علامہ اقبال کے شکوہ جواب شکوہ نظم مرد مسلمان اور ایک غزل کے ترجمے شائع کیے ہیں یوں تو بلوچی اور براہوئی زبان میں شکوہ جواب شکوہ کے تراجم آج سے قریباً ۴۰ سال قبل سے ہوتے چلے آرہے ہیں تاہم اس کتاب میں بلوچی زبان میں شکوہ جواب شکوہ کا ترجمہ ڈاکٹر فضل خالق بلوچ، مرد مسلمان کا ترجمہ جناب غوث بخش صابر اور ایک غزل کا ترجمہ پروفیسر واحد بزدار نے کیا ہے۔ جبکہ براہوئی میں شکوہ جواب شکوہ کا ترجمہ جوہر براہوئی، مرد مسلمان کا ترجمہ جناب عبدالصمد شاہین اور غزل کا ترجمہ جناب حسین بخش ساجد نے کیا ہے۔ ان کے یہ تراجم انتہائی آسان اور سلیس زبان میں کیے گئے ہیں جو عام قاری کے لیے بھی قابلِ فہم ہیں۔

مختصر یہ کہ پاکستان کی دیگر زبانوں کے ادب کی طرح بلوچی اور براہوئی زبان کے ادب میں بھی اقبال شناسی ایک صنف کی حیثیت سے نہ صرف متعارف ہے بلکہ ان زبانوں کے اکثر شعراء اقبال کے افکار سے متاثر بھی نظر آتے ہیں اور خاص طور پر بلوچستان میں تخلیق ہونے والی جدید شاعری پر فکر اقبال کے گہرے اثرات پائے جاتے ہیں فی زمانہ نوجوان شاعروں کی ایک کثیر تعداد بھی علامہ اقبال کی نظموں پر تضمین لکھتی ہے۔

اہلیان بلوچستان اور بلوچستان کے قلم کاروں کا ایک کہنا یہ بھی ہے کہ علامہ اقبال کے کلام میں مرد کوہستانی سے مراد اہلیان بلوچستان ہیں اور انہوں نے ان خیالات کا اظہار اپنے سفر بلوچستان کی وجہ سے کیا ہے، چونکہ علامہ اقبال بلوچستان میں پہلی بار ۱۹۰۳ء میں اس وقت تشریف لائے تھے جب ان کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد جو بلوچستان میں سول انجینئر تھے اور ریاست قلات میں ان پر مقدمہ کھڑا کر کے انہیں قید کر دیا گیا تھا۔ علامہ اقبال لاہور سے فورٹ سنڈیمن تک ریل، گھوڑے اور اونٹ کا تکلیف دہ سفر کر کے آئے تھے۔ وہ ڈیرہ اسماعیل خان تک

ریل میں اور وہاں سے دربان، مغل کوٹ، تنگی سر اور بائی خواہ کے راستے دانا سر سے ہوتے ہوئے فورٹ سنڈیمن جو کہ اب ژوب کہلاتا ہے آئے تھے اور ۲۵ مئی ۱۹۰۳ء کو فورٹ سنڈیمن سے نواب بہادر دریار جنگ کو ایک خط بھی لکھا تھا۔

اس کے بعد علامہ اقبال کے تین بار کوئٹہ آنے کا ذکر ملتا ہے۔ ۱۹۲۷ء اور ۱۹۱۹ء میں نجی دورہ پر کوئٹہ تشریف لائے اور اپنے عزیزوں بابو عبدالحق اور فضل الٰہی کے گھر مقیم ہوئے تیسری بار ۱۹۳۳ء میں شاہ افغانستان نادر شاہ کی دعوت پر برصغیر کے تین مسلمان اکابرین سید سلیمان ندوی اور ڈاکٹر سر راس مسعود جنہیں افغانستان میں تعلیمی اصلاحات کے لیے خصوصی دعوت پر کابل بلایا گیا تھا یہ رہنما جاتے ہوئے پشاور کے راستے کابل گئے تھے اور واپسی پر دو نومبر ۱۹۳۳ء کو قندہار کے راستے چمن اور بعد ازاں چمن سے کوئٹہ آئے، اس سفر کے دوران علامہ اقبال نے کوئٹہ میں ریلوے ڈاک بنگلہ نزد ریلوے اسٹیشن میں قیام فرمایا تھا۔ (۸)

حوالہ جات

۱۔ مطالعۂ اقبال بلوچستان میں، پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر، سیرت اکادمی کوئٹہ نومبر ۲۰۰۲ء ص ۱۹

۲۔ ایضاً ص ۲۰

۳۔ صبا دشتیاری ''بلوچی زبان ولبز انک'' سید ہاشمی اکیڈمی کراچی ۲۰۰۲ء ص ۱۹۲ء

۴۔ صبا دشتیاری ''بلوچی زبان ولبز انک'' سید ہاشمی اکیڈمی کراچی ۲۰۰۲ء ص ۱۹۵

۵۔ کلام اقبال پیر محمد زبیرانی، بارڈر پبلسٹی آرگنائزیشن کوئٹہ ۱۹۷۷ء ص ۷۸

۶۔ ایضاً ص ۲۲

۷۔ پاکستانی زبانوں میں منتخب کلام اقبال شعبہ پاکستانی زبانیں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد (عبدالصمد شاہین) ص ۱۴۵

۸۔ علامہ اقبال اور بلوچستان، ڈاکٹر انعام الحق کوثر، ص اقبال اکادمی لاہور ۱۹۹۸ء ص ۴۶

☆☆☆